سلسلہ
مواعظ حسنہ
نمبر ۲۲

ٹورنٹو (کینیڈا) کی مجلس ذکر میں کیا گیا دل نشیں وعظ
جس میں ذکر اور تصوف کے اہم مسائل کو مدلل بیان کیا گیا ہے۔

مجلسِ ذکر

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

خانقاہ امدادیہ اشرفیہ: گلشن اقبال کراچی

مجلس ذکر

ٹورنٹو (کینیڈا) کی مجلس ذکر میں کیا گیا دل نشین وعظ جس میں
ذکر اور تصوف کے اہم مسائل کو مدلل بیان کیا گیا ہے

از

عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم
خلیفۂ ارشد
محی السنۃ حضرت اقدس مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم

ضبط و ترتیب

حضرت مولانا محمد ایوب سورتی صاحب زید لطفہ

خلیفہ

محی السنۃ حضرت اقدس مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم

ناشر

انجمن احیاء السنۃ (رجسٹرڈ)

نصیر آباد، باغبانپورہ، لاہور • پوسٹ کوڈ نمبر: 54920 ☎ 042 - 6551774 042 - 6861584

سلسلۂ اشاعت دعوۃ الحق نمبر ۱۵۲

نام وعظ ——— مجلسِ ذکر

واعظ ——— عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

جامع، مُرتّب ——— سید عشرت جمیل میر

کتابت ——— محمد علی ناہد

ناشر ——— انجمن احیاء السُّنۃ (رجسٹرڈ)، لاہور

اشاعتِ دوم ——— شعبان المعظم ۱۴۱۹ ھ

ملنے کے پتے

شعبۂ نشر و اشاعت خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، اشرف المدارس

گلشنِ اقبال، بلاک نمبر ۲، پوسٹ بکس نمبر: ۱۱۱۸۲، کراچی ۴۷ ۔ فون : ۴۶۱۹۵۸

ڈاک کے ذریعہ مواعظ کی ترسیل صرف ان پتوں سے ہوتی ہے

یادگار خانقاہ امدادیہ اشرفیہ ——— پوسٹ بکس نمبر: ۲۰۷۴

جامع مسجد بالمقابل چڑیا گھر لاہور ——— فون : ۶۳۷۰۳۷۱ / ۶۳۷۴۳۱۰

انجمن احیاء السُّنۃ (رجسٹرڈ) نفیر آباد، باغبانپورہ، لاہور ۔ پوسٹ کوڈ نمبر: ۵۴۹۲۰

فون : ۶۵۵۱۷۷۴ / ۶۸۶۱۵۸۴

نگرانِ اشاعت

ڈاکٹر عبد المقیم

خلیفہ مجاز : عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

۳۲، راجپوت بلاک، نفیر آباد، باغبانپورہ، لاہور ۔ فون : ۶۵۵۱۷۷۴ / ۶۸۶۱۵۸۴

فہرست مضمون

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

کسی ملک کا سفر اگر تبلیغ دین اور اشاعت حق کے لیے کیا جائے تو وہ سفر بہت مبارک سفر ہوتا ہے۔ پھر وہ سفر اگر کسی اللہ والے بزرگ کے ساتھ ہو تو اس کی افادیت بڑھ جاتی ہے اور نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ کا مصداق ہوتا ہے۔

کئی برس سے دل میں داعیہ تھا کہ کنیڈا اور امریکہ کا سفر اپنے دینی دوستوں کی ملاقات اور مسلمانوں کے دینی، تعلیمی و ثقافتی حالات معلوم کرنے کی غرض سے کیا جائے حُسن اتفاق کہ ہند و پاک کی معروف بزرگ شخصیت عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم امریکہ اور کنیڈا تشریف لے جاتے ہُوئے احقر کی دعوت پر دو ہفتوں کے لیے انگلینڈ تشریف لائے۔ تقاضا ہوا کہ میں بھی اگلے سفر میں ان کا رفیق بنوں۔ احقر نے اپنے دلی داعیہ کے پیش نظر اور دینی نفع اور استفادہ کی خاطر اس کا ارادہ کر لیا اور سفر کی ضروری تیاریوں کے بعد کینڈا حاضر ہو گیا۔ یہاں حضرت اقدس مولانا حکیم محمد اختر صاحب مدظلہ کے بیانات اور ارشادات اور مجالس کا سلسلہ شروع ہو چکا تھا۔ احقر بھی ان میں شریک ہونے لگا۔

انہی مواعظ و ارشادات میں ایک وعظ حضرت ڈاکٹر محمد اسماعیل میمن صاحب مدظلہ (خلیفہ مجاز حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ جو احقر کے بھی مرشد اول تھے) کی دعوت پر ۲۴ ربیع الثانی ۱۴۱۵ھ بمطابق

یکم اکتوبر ۱۹۹۴ء کو ان کی مجلس ذکر میں ذکر پورا ہونے کے بعد ہوا۔ حضرت ڈاکٹر اسمٰعیل میمن صاحب مدظلہ، ہر ماہ کی پہلی سنیچر کو اسکاربرو (ٹورنٹو) میں محترم حاجی موصوف الہ آبادی کے وسیع اور کشادہ مکان میں تشریف لاتے ہیں اور قرب وجوار کے تمام متوسلین و مسترشدین ایک روز کے لیے وہاں جمع ہوتے ہیں۔

حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب مدظلہ نے مجلس ذکر کی مناسبت سے ذکر اللہ کے فوائد، ذکر اللہ کا طریقہ اور نورِ ذکر کی حفاظت پر نیز تصوف کے کئی اہم مسائل کو قرآن کریم سے ثابت فرما کر انتہائی موثر اور دل نشین وعظ فرمایا۔ حاضرین نے اس کو بے حد پسند کیا اور بہت سے احباب نے اس کے طبع ہو جانے کی رغبت ظاہر کی۔ خود راقم الحروف کو دوران وعظ ہی اس کے قلم بند کرنے اور شائع کرنے کا خیال پیدا ہوا۔ چنانچہ جب حضرت حکیم صاحب مدظلہ اور حضرت ڈاکٹر صاحب مدظلہ سے اس کا تذکرہ کیا تو نہایت ہمت افزائی فرمائی اور حضرتِ والا نے وعظ کا نام بھی مجلس ذکر تجویز فرما دیا۔

حضرت والا اور جملہ رفقاء سفر کا قیام ٹورنٹو میں محترم جناب مجاہد اکبر صاحب حیدرآبادی کے یہاں تھا۔ میزبان نے قیام کے لیے بہتر سے بہتر انتظامات کر رکھے تھے۔ فرصت بھی میسر تھی چنانچہ اُن کے مکان پر بفضل اللہ بہت جلد یہ وعظ قلم بند ہو گیا اور جب طباعت کا وقت آیا تو مجاہد اکبر صاحب نے اپنی اور بعض احباب مجلس کی طرف سے اس کی طباعت کے مصارف کی ذمہ داری قبول فرمائی۔ فجزاہم اللہ خیرا۔ اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ وہ اس وعظ کو قبول فرما کر نافع و مفید خلائق بنائیں (آمین)

بندہ محمد ایوب سورتی عفا اللہ عنہ

خادم مجلس دعوت الحق۔ یوکے (۲۹.۴.۱۴۱۵ھ ۱.۱۰.۱۹۹۴ء)

نوٹ: آخر میں جو تکملہ شامل ہے وہ حضرت والا کے دوسرے بیان سے ماخوذ ہے جو مورخہ ۸ اکتوبر ۱۹۹۳ء کو دارالعلوم اسلامیہ اینڈ مشن (کینیڈا) میں ہوا جہاں حضرت مولانا احمد علی صاحب کی دعوت پر تشریف لے گئے تھے۔ چونکہ یہ مضمون مجلس ذکر سے متعلق تھا لہٰذا اس میں شامل کر دیا گیا۔ حق تعالیٰ قبول فرمائیں اور اُمتِ مسلمہ کے لیے نافع بنائیں۔ (آمین)

لذتِ ذکر اللہ

ہر تلخیِ حیات و غمِ روزگار کو
تیری مٹھاس ذکر نے شیریں بنا دیا

دل کی گہرائی سے ان کا نام جب لیتا ہوں مَیں
چومتی ہے میرے قدموں کو بہارِ کائنات

(حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم)

مجلس ذکر

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى اَمَّا بَعْدُ
فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيْلًا وَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيْلًا

حضرات سامعین اور معزز حاضرین!

آج حضرت ڈاکٹر اسمٰعیل صاحب دامت برکاتہم کی محبت اور شفقت و عنایت و برکت سے آپ حضرات کی بھی زیارت و ملاقات نصیب ہو رہی ہے۔

مَیں ان آیات کا انتخاب اس لیے کر رہا ہوں کہ اس وقت مجلس ذکر تھی تو مَیں ذکر کے بارے میں جو احکامات الٰہیہ ہیں اس وقت وہی عرض کرنا چاہتا ہوں میں بوجہ ضعف کے مجلس ذکر میں شریک نہ ہو سکا، اس کے علاوہ قلب ضرب کا متحمل بھی نہیں ہے اس لیے ہم ضرب خفیف سے ذکر کرتے ہیں۔ جہاں ضرب قوی لگتی ہے وہاں اقویا حضرات ہوتے ہیں۔ میں اپنے دل کو بچا کر کہیں اُوپر لیٹ گیا تھا عُذر اور چیز ہے مگر میں طبعاً عقلاً اور روح اور قلب کے لحاظ سے آپ کے ساتھ تھا کہ اللہ کا نام لینے والوں ہی سے یہ دُنیا قائم ہے۔ ذکر اللہ ہی کی برکت سے یہ

آسمان اور زمین قائم ہیں۔ جس دن یہ اللہ کا ذکر کرنے والے نہیں رہیں گے اس دن قیامت آجائے گی۔

قیامت کی دو قسمیں

قیامت کی دو قسمیں ہیں، ایک اجتماعی قیامت اور ایک انفرادی قیامت۔ جب پوری کائنات میں کوئی اللہ کا نام لینے والا نہ ہوگا تو اجتماعی قیامت آجائے گی، آسمان زمین سب گر پڑیں گے سورج چاند اور جتنے مناظر قدرت ہیں ان کا وجود بھی نہیں ہوگا۔ جن مناظر قدرت کو ہم دیکھنے جاتے ہیں سب ختم ہو جائیں گے۔ اس لیے دل میں آبشار پیدا کیجئے۔ سورج اور چاند دل میں پیدا کیجئے۔

اور ایک انفرادی قیامت ہے کہ کوئی بندہ اللہ سے غافل ہو جائے تو اس کے دل پر قیامت آگئی۔ اس کے دل کے ستارے گر گئے، سورج چاند اکھڑ گئے، سب شامیانے اکھڑ گئے۔ اس پر حضرت کی برکت سے اچانک ایک شعر یاد آگیا۔ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم حج کر کے کراچی تشریف لائے اور جب حضرت والا جانے لگے تو میں نے عرض کیا کہ آپ کی جدائی میں اس وقت اپنا ایک شعر پیش کر رہا ہوں ؎

کون رخصت ہوا گلے مل کے
شامیانے اُجڑ گئے دل کے

شیخ کی جدائی پر یہ شعر ہے۔ شیخ بہت بڑی نعمت ہے۔ سمجھ لو حیاتِ ایمانی آج ان ہی بزرگوں کی برکت سے اور ان ہی کے طفیل میں نصیب ہوتی ہے۔ جملہ مشایخ اہلِ حق کی زندگیوں میں اللہ تعالیٰ برکت نصیب فرمائے۔ (آمین)

تو میں عرض کر رہا ہوں کہ اس زمانہ میں اگر اجتماعی قیامت نہیں ہے مگر جو بھی اللہ تعالیٰ سے غافل ہوگا اس کے دل کا آسمان اور دل کی زمین اور دل کے چاند تارے اکھڑ جائیں گے اور دل ویران ہو جائے گا۔

میرے شیخ شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایک بزرگ دوسرے بزرگ سے ملنے جا رہے تھے تو دوپہر کو بارہ بجے تھوڑی دیر ایک درخت کے سایہ میں آرام کرنے بیٹھ گئے۔ تین چار میل دور بزرگ کا گھر رہ گیا تھا اور آ ئے تھے دس بیس میل سے اس درخت پر چڑیاں بیٹھی ہوئی آپس میں کہہ رہی تھیں کہ یہ بزرگ جن بزرگ سے ملنے جا رہے ہیں ان بزرگ کا تو انتقال ہوگیا یہ خواہ مخواہ جا رہے ہیں۔ ان کو کشف کے ذریعہ سے چڑیوں کی آواز کا مطلب منکشف ہوگیا۔ بزرگ نے سوچا کہ انتقال تو ہوگیا مگر چلو چل کے ان کے اعزہ سے تعزیت کریں گے۔ جب وہاں پہنچے تو دیکھا کہ وہ بزرگ ہٹے کٹے صحیح سالم موجود ہیں۔ کہا حضرت کیا اس زمانہ میں چڑیاں بھی جھوٹ بولنے لگی ہیں۔ بزرگ نے پوچھا کیا بات ہے؟ انہوں نے بتایا کہ چڑیوں نے تو مجھے آپ کے انتقال کی خبر دی تھی۔ بزرگ نے پوچھا کہ کیا وقت تھا وہ؟ انہوں نے بتایا کہ ٹھیک بارہ بجے کا وقت تھا۔ بزرگ نے فرمایا کہ چڑیوں نے صحیح کہا میں اس وقت اللہ کے ذکر سے غافل ہوگیا تھا، جو خدا سے غافل ہو جاتا ہے وہ مردہ ہی ہے۔

تو جس طرح سے حیاتِ عالم حیاتِ کائنات اللہ کے نام سے قائم ہے جس دن اللہ کا نام لینے والے نہ رہیں گے قیامت قائم ہو جائے گی۔ ایسے ہی جو انسان انفرادی طور پر اللہ سے غافل ہوتا ہے تو انسان بھی عالم کا ایک جزو ہے تو جو حکم کُل پر ہوتا ہے وہی حکم اس کے جزو پر بھی ہوتا ہے۔ جیسے ہم اللہ کے بندے ہیں تو بجمیع اجزائہ وبجمیع اعضائہ

اللہ کے بندے ہیں۔ ایسا نہیں ہو سکتا کہ ہماری آنکھ آزاد ہو جائے اور جس کو چاہے دیکھ لیں، کان ہمارے آزاد ہو جائیں اور جو گانا بجانا چاہیں سُن لیں۔ سر سے پیر تک ہم پر آداب بندگی لازم ہیں، آدابِ شریعت لازم ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے ذکر کی مجالس حضرت شیخ مولانا زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی برکت سے جگہ جگہ سارے عالم میں قائم کرادیں۔ افریقہ میں بھی گیا تو دوستوں نے بتایا کہ یہاں حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے اعتکاف فرمایا اور ذکر کی مجالس رہیں۔ یہ بہت بڑی نعمت اور اللہ تعالیٰ کا عظیم الشان کرم ہے۔

عبدُاللطیف بنو

ایک ذاکر شخص کو شیطان نے آکر کہا کہ تم کیوں ذکر کرتے ہو اللہ کے یہاں سے کوئی جواب نہیں ملتا، ایسے اللہ کو یاد کرتے ہو جہاں سے کوئی جواب نہیں آتا؟ اس دن اس نے ذکر چھوڑ دیا۔ سادہ صوفی تھا دھوکے میں آگیا۔ رات کو حضرت خضر علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے خواب میں بھیجا اور کہا کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو سلام بھیجا ہے اور یہ پوچھا ہے کہ آج تم نے ہم کو یاد کیوں نہیں کیا؟ اس نے کہا کہ ایسے اللہ کو ہم کیا یاد کریں کہ اُدھر سے تو کوئی جواب نہیں آتا۔ حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے تم کو سلام فرمایا ہے اور یہ فرمایا ہے کہ جب پہلے اللہ کے بعد تم دوسرا اللہ کہتے ہو تو میں تمہارے پہلے اللہ کو قبول کرتا ہوں تب تم کو دوسرے اللہ کہنے کی توفیق ہوتی ہے۔ لہٰذا ؎

زیرِ ہر اللہ تو لبیک ما ست

تیرے ہر اللہ کے اندر میرا لبیک شامل ہے۔ جب تم دوسرا اللہ کہتے ہو تو میری طرف سے پہلے اللہ کی مقبولیت کی علامت ہے ورنہ اگر میں توفیق نہ دوں تو تم

دوسرا اللہ نہیں کہہ سکتے۔ کیا پیارا شعر ہے مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ کا ؎

زیر ہر اللہ تو لبیک ماست
ایں نیاز و سوز و دردت پیک ماست

یہ تیرا رونا اور درد دل اور یہ سوز اور اللہ کی محبت میں گڑگڑانا یہی تو ہمارا لبیک ہے۔ حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو ایک شخص نے لکھا کہ آپ نے جو ذکر بتایا ہے کر رہا ہوں لیکن ہم کو کوئی نفع نہیں ہو رہا ہے۔ شیخ العرب والعجم حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی ؒ نے جواب لکھا کہ تم اتنے بڑے مالک کا نام لیتے ہو یہ کم نفع ہے شکر ادا کرو مزہ کیا چیز ہے۔ بعض لوگوں نے حضرت کو لکھا کہ ذکر میں مزہ نہیں آتا۔ فرمایا کہ تم مزہ کے غلام مت بنو۔ اللہ کو اللہ کے لیے یاد کرو عبدُاللُّطف نہ بنو عبد اللطیف بنو۔ یہ کیا ہے لطف اور لذت آئے تو اللہ کو یاد کیا اور لذت نہیں تو چھوڑ دیا۔ اللہ کا نام اللہ کی محبت میں لو اور پھر ان شاء اللہ مزہ بھی آجائے گا۔

اللہ تعالیٰ کے ذکر سے مزہ کی لذت دو طرح کی ملتی ہے۔ بعضوں کا دل اللہ تعالیٰ کے نام کی لذت سے میٹھا ہو جاتا ہے اور بعضوں کے منہ میں بھی مٹھاس آجاتی ہے۔ شیخ محی الدین ابو زکریا نووی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح مسلم میں لکھا ہے کہ ذکر سے بعض لوگوں کا منہ بھی میٹھا ہو جاتا ہے۔ تھانہ بھون میں ایک سائیں توکل شاہ صاحب ؒ تھے انھوں نے حضرت تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ حضرت جب میں اللہ کا نام لوں ہوں (یہ سہارنپور کی بولی ہے) تو میرا منہ میٹھا ہو جاوے ہے پھر کہا اللہ کی قسم مولوی جی میرا منہ میٹھا ہو جاوے ہے۔ اللہ تعالیٰ جو خالق شکر کائنات ہے گنوں میں رس پیدا کر رہا ہے اس کے لیے کیا مشکل ہے۔ اچھا اگر کسی کو اللہ کے ذکر میں حلاوت کم ملتی ہو تو سمجھ

لو کہ وہ بد پرہیزی کرتا ہے۔ جیسے بلغم نزلہ زکام کسی کو ہے، نمونیا ڈبل ہے تو اس کو شربت میں مزہ آئے گا؟ شربت روح افزا میں، ایسے ہی بریانی، زردہ، پلاؤ، سموسوں میں مزہ آئے گا؟ تو دُنیا کی محبت، کبر، بڑائی، عجب، شہوت کا اتنا زبردست نقصان پہنچتا ہے کہ ذکر کی لذت ختم ہو جاتی ہے۔

مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم نے فرمایا کہ اگر حکومت اعلان کر دے کہ پانی کا اسٹاک کر لو ورنہ پانی ایک ہفتہ تک نہیں ملے گا تو ہر آدمی ٹنکی میں پانی بھرے اور ٹنکی میں نیچے پانچ ٹونٹیاں بھی لگی ہوں مگر انہیں بند نہ کرے تو جتنا پانی بھرے گا سب بہہ جائے گا اور اسٹاک نہیں ہو سکے گا۔ ایسے ہی بعض لوگ جب اللہ اللہ کرتے ہیں تو ذکر کے نور سے دل کی ٹنکی کو بھر لیتے ہیں مگر پانچ ٹونٹیاں کھول لیتے ہیں۔ آنکھوں سے سڑکوں پر عورتوں کو دیکھتے ہیں، کانوں سے گانے سُن لیتے ہیں، زبان سے جھوٹ بول لیتے ہیں، ناک سے غلط جگہ سونگھ لیتے ہیں اور ہاتھ سے غلط مقام چھو لیتے ہیں۔ تو حواسِ خمسہ کی حفاظت نہ کرنے سے دل کا نور اور ذکر کی محنت ضایع ہو جاتی ہے۔ محنت کی کمائی مفت میں گنوائی۔ اس لیے جو شخص گناہ سے اپنے آپ کو بچائے گا اس کو ذکر میں زیادہ مزہ آئے گا۔ آپ یہ بتایئے کہ اگر کوئی شخص دس ہزار ڈالر والا عطر لگائے مگر پسینہ کی بدبو ہے اور پاخانہ وغیرہ بھی لگا لے تو اس کو مزہ آئے گا؟ تو گناہوں سے جب دل پاک ہو گا تب اس کو مزہ اور آئے گا۔

ذکر میں دیر نہ کرو

لیکن پاک ہونے کے انتظار میں ذکر میں دیر نہ کیجے یہ نہ سوچیے کہ جب ہم بالکل پاک ہو جائیں گے تب ذکر کریں گے۔ نہیں، اگر گناہ ہوتے رہیں تب بھی اللہ کا ذکر شروع کر دیں

ذکر کی برکت سے ان شاء اللہ گناہ بھی چھوٹنے لگیں گے۔

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو اس طرح سمجھایا کہ ایک ناپاک کہ جس پر غسل فرض تھا اور دریا کے کنارے پر کھڑا تھا اس نے دریا سے کہا کہ اے دریا میں تیرے اندر آ کر نہانا چاہتا ہوں مگر میں ناپاک ہوں اور تو پاک ہے میں تیرے اندر آؤں گا تو گستاخی ہو جائے گی، بے ادبی ہو جائے گی۔ دریا نے ہنس کر کہا کہ او ناپاک شخص قیامت تک ناپاک کھڑا رہے گا باہر، اگر تجھ کو پاک ہونا ہے تو دھم سے کود پڑ، اسی ناپاکی کی حالت میں کود جا۔ تیرے جیسے لاکھوں ناپاک میرے اندر آ کر پاک ہوتے رہتے ہیں اور میرا پانی پاک رہتا ہے ناپاک نہیں ہوتا۔ تو اللہ کے نام میں اس کا بھی انتظار نہ کرو کہ ہم گناہوں سے پاک ہو جائیں گے تب ذکر کریں گے۔ جس حالت میں بھی ہو دیر مت کرو۔ مچھلی کبھی انتظار نہیں کرتی کہ میں دریا میں اس شرط کے ساتھ جاؤں گی بلکہ لابشرطِ شئی جاتی ہے۔

تین چیزیں ہیں فلسفہ میں۔ بشرطِ شئی۔ لابشرطِ شئی۔ بشرطِ لاشئی۔ یہ کتنا مشکل مسئلہ ہے۔ میں نے بنگلہ دیش میں اپنے شیخ اور وہاں کے ایک بڑے بزرگ حافظ جی حضور رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ میں فلسفہ کا یہ مسئلہ ایک مثال سے سمجھا دیتا ہوں کہ جاہل بھی سمجھ لے اور اساتذہ اس کو سمجھاتے ہیں بڑے مشکل الفاظ سے کہ طلبہ نہیں سمجھ پاتے۔ میں نے عرض کیا کہ وہ مثال یہ ہے کہ دعوت کو اس شرط پر منظور کرے کہ جب شامی کباب کھلاؤ گے تب دعوت منظور ہے، اس کا نام ہے بشرطِ شئی اور یہ کہے کہ دعوت میں بڑے کا گوشت نہیں کھاؤں گا، یہ دعوت بشرطِ لاشئی ہے اور ایک یہ کہ کوئی شرط نہیں ہے، نہ مثبت نہ منفی، جو چاہے کھلاؤ اور جو چاہے نہ کھلاؤ، یہ ہے دعوت لابشرطِ شئی۔

تو مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ انتظار مت کرو۔ اگر تم پاک ہونے کا انتظار کرو گے تو قیامت تک پاک نہ ہو سکو گے۔ حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا کہ پہلے ہم درود شریف پڑھیں یا استغفار کریں تو حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ پہلے کپڑے دھوتے ہو پھر عطر لگاتے ہو یا پہلے عطر لگاتے ہو پھر کپڑے دھوتے ہو؟ جواب ہو گیا کہ استغفار اور توبہ کر کے اللہ کی یاد میں لگ جاؤ اور ان شاء اللہ اللہ کے نام کے صدقہ میں آہستہ آہستہ انسان خود پاک ہونے لگتا ہے۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ جب سُورج نکلتا ہے تو اندھیرے کو بھگانا پڑتا ہے؟ رات خود بہ خود بھاگ جاتی ہے۔ اللہ کے نام کا اور ان کی یاد کا سُورج جب دل میں نکلے گا تو ان شاء اللہ گناہوں کے اندھیرے خود بھاگیں گے۔

ایک مچھر کا مقدمہ

ایک مچھر نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی عدالت میں مقدمہ پیش کیا کہ اے اللہ کے نبی میرا مقدمہ سُن لو اور فیصلہ کر دو کہ جب مجھے بھوک لگتی ہے اور خون چوستا ہوں تو ذرا سے خون سے میرا پیٹ بھر جاتا ہے لیکن ہُوا تیز آتی ہے اور مجھے اُڑا دیتی ہے۔ میرے پیر نہیں ٹکتے اور میں بھوکا رہ جاتا ہوں۔ تو میرا مقدمہ ہَوا پر ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ فیصلہ کے لیے مُدّعی اور مدّعیٰ علیہ دونوں کا ہونا اور دونوں کے بیان کا سننا ضروری ہے، مَیں ہَوا کو حکم دیتا ہوں کہ وہ بھی آجائے۔ آپ نے ہَوا کو حکم دیا۔ ہَوا جو جھر جھر کرتی ہوئی تیز آئی تو مچھر صاحب کئی میل بھاگ گئے۔ ہَوا نے بھگا دیا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے کہا کہ بھئی مدعی صاحب کیوں بھاگ گئے۔ ہَوا سے کہا کہ اچھا

تم واپس جاؤ۔ پھر مچھر کو بلا کر کہا کہ یہ کیا معاملہ ہے؟ مدعی تم ہو اور تم نے جس پر دعویٰ دائر کیا میں نے اس کو بلایا تو تم بھاگ گئے۔ مچھر نے کہا کہ یہی تو رونا ہے اس ظالم کے آتے ہی میں ٹھہر نہیں سکتا۔

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جب تم اللہ کا نام لوگے تو خود بخود گناہوں کے مچھر بھاگنے لگیں گے۔ جب دل میں اللہ کے ذکر سے نور آتا ہے تو اس کو اندھیروں سے مناسبت ہی ختم ہو جاتی ہے۔

مولانا شاہ محمد احمد صاحب پرتاپ گڈھی رحمۃ اللہ علیہ (جن کو مولانا محمد ایوب صاحب نے بھی دیکھا ہے) بڑے عجیب اللہ والے تھے۔ آہ علماء ندوہ سے فرمایا کہ ؎

تنہا نہ چل سکو گے محبت کی راہ میں

یعنی علم کے زور سے اللہ والا بننا چاہتے ہو تو ہرگز نہیں بن سکتے ہو۔ ؎

تنہا نہ چل سکو گے محبت کی راہ میں
میں چل رہا ہوں آپ مرے ساتھ آئیے

اسی لیے شیخ کا نام ہے رہبر، راستہ بتانے والا۔ تو مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ایک شعر یاد آیا۔ ؎

اُف کتنا ہے تاریک گنہگار کا عالم

اُف کا لفظ بتاتا ہے کہ گناہ کا اندھیرا بہت سخت ہوتا ہے ؎

اُف کتنا ہے تاریک گنہگار کا عالم
انوار سے معمور ہے ابرار کا عالم

نیک بندوں کی دُنیا میں نور ہی نور ہے۔

شاہوں کے سروں میں تاجِ گراں سے درد سا اکثر رہتا ہے
آہ بادشاہت کیا چیز ہے۔ ذکر کی مجالس، اللہ کی محبت اصل چیز ہے ؎
شاہوں کے سروں میں تاجِ گراں سے درد سا اکثر رہتا ہے
اور اہلِ صفا کے سینوں میں اک نور کا دریا بہتا ہے

ذکر کا طریقہ

دوستو اب ذکر اللہ کا طریقہ عرض کرتا ہوں۔ حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ضیاء القلوب میں لکھا ہے کہ جب لا الٰہ کہو تو یہ تصور کرو کہ میرے قلب سے غیر اللہ نکل گیا۔ جتنے باطل خدا تھے لا الٰہ سے دل پاک ہو گیا اور الا اللہ سے یہ تصور کرو کہ عرش اعظم سے ایک ستون اور کھمبا نور کا میرے دل میں آ رہا ہے۔ ایک مراقبہ تو یہ ہو گیا۔

دوسرا مراقبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھایا ہے۔ حدیث کا مضمون ہے کہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ لَیْسَ لَهَا حِجَابٌ دُوْنَ اللّٰهِ بندہ جب زمین پر لا الٰہ الا اللہ کہتا ہے تو اس کی لا الٰہ الا اللہ عرش اعظم پر جا کر بے حجاب اللہ سے ملتی ہے۔ کوئی پردہ نہیں ہوتا۔ یہ تصوف مدلل بالحدیث ہے۔ یعنی لا الٰہ الا اللہ کی رفتار اتنی تیز ہے کہ عرش اعظم تک اور اللہ تک جاتی ہے۔ اللہ سے ملاقات کرتی ہے۔ کیوں صاحبو اور اللہ کا ذکر کرنے والے دوستو کیا تصور میں یہ مزہ نہیں ہے کہ ہم تو نہیں پہنچے مگر ہمارا ذکر اللہ تک اور عرش اعظم تک پہنچ جائے ساتوں آسمان عبور کر کے۔

مولانا بدر عالم صاحب رحمۃ اللہ علیہ ترجمان السنۃ میں لکھتے ہیں کہ لا الٰہ الا اللہ کی رفتار اور کاٹ اتنی تیز ہے کہ ساتوں آسمان پار کر کے عرش اعظم پر اللہ سے ملتی ہے اگر اللہ کو عرش اعظم پر نہ پاتی تو عرش اعظم سے بھی آگے بڑھ جاتی۔ اسی لیے شاعر کہتا ہے

نظر وہ ہے جو اس کون و مکاں کے پار ہو جائے
مگر جب روئے تاباں پر پڑے بیکار ہو جائے

یہ لا الٰہ کا ذکر ہو گیا اور الا اللہ میں یہ تصور ہو کہ اللہ تعالیٰ کے نور کا ستون ہمارے قلب میں لگا ہوا ہے اور عرشِ اعظم سے نور آرہا ہے اور اللہ اللہ میں دو ضربیں ایک لطیفۂ قلب پر اور ایک لطیفۂ روح پر ہو۔ آخر میں جو ایک اللہ کی تسبیح ہے اس میں یہ تصور ہو کہ میرے بال بال اللہ کہہ رہے ہیں۔ یہ طریقہ میرے شیخ شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے خواب میں بتایا کہ مولانا عبدالغنی اگر ایک تسبیح اللہ اللہ کی اس طرح کہو کہ زبان سے اللہ نکلا اور دل سے بھی نکلا اور کھینچ کر کہو اللہ اور آہ بھی شامل کر لو اور یہ تصور کرو کہ میرے بال بال سے، ذرہ ذرہ سے، سمندر کے ہر قطرہ سے درختوں کے ہر پتہ سے اور عالم کے ایک ایک ذرہ سے اور سورج اور چاند سب ہمارے ساتھ اللہ کہتے ہیں۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

چوں بنالم چرخ ہا نالاں شوند

جب میں روتا ہوں تو آسمان بھی میرے ساتھ روتے ہیں۔ آہ کیا درد بھرا دل اللہ نے مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ کو عطا فرمایا تھا۔ فرماتے ہیں ؎

چوں بنالم چرخ ہا نالاں شوند
چوں بگریم خلقہا گریاں شوند

جب میں گریہ کرتا ہوں تو ساری مخلوق میرے ساتھ روتی ہے اللہ کی یاد میں اور فرماتے ہیں ؎

ہر کجا بینی تو خوں بر خاکہا

اے دنیا والو دنیا کی کسی زمین پر اگر دیکھو کہ خون پڑا ہوا ہے ؎

پس یقیں می داں کہ آں از چشمِ ما

پس یقین کرلیا کہ جلال الدین رومی ہی رویا ہوگا اور فرماتے ہیں کہ اے اللہ ایک قطرہ سے سکون نہیں مل رہا ہے۔

اے دریغا اشکِ من دریا بدے

تا نثارِ دلبرِ زیبا شدے

اے اللہ کاش میرے آنسو دریا کے دریا ہوجاتے تو میں پورا کا پورا دریا آنسوؤں کا نثار کردیتا۔ تھوڑے سے رونے میں مزہ نہیں آرہا ہے۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ اللہ سے مانگ رہے ہیں کہ دریا کے دریا آنسو کے ہوجائیں اور سب اللہ پر نثار کردوں، فدا کردوں۔

جونپور کا ایک مشاعرہ

مولانا شاہ عبدالغنی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جونپور کے مشاعرہ میں ایک مصرع طرح دیا گیا۔ وہ مصرع یہ تھا ؎

کوئی نہیں جو یار کی لادے خبر مجھے

ایک نوجوان نے اس پر مصرع لگایا اور اتنا زبردست لگایا کہ اس کو نظر لگ گئی اور تین دن کے بعد اس کا انتقال ہوگیا۔ مگر سوچو جس مصرع پر نظر لگے گی وہ کیسا ہوگا، سُنئے!

کوئی نہیں جو یار کی لادے خبر مجھے

اے سیلِ اشک تو ہی بہادے اُدھر مجھے

یعنی اے سیلِ اشک اے آنسوؤ تم دریا بن کر بہہ جاؤ تاکہ میں تم میں بہہ کر اپنے محبوب تک پہنچ جاؤں۔ کیا ظالم نے مصرع لگایا۔

ذکر کے بعد دعا

اور ذکر کے بعد اللہ تعالیٰ سے پھر یہ دُعا کرے کہ یا اللہ اس ذکر کی برکت سے ذاکر کو مذکور تک پہنچا دے۔ یعنی اپنی ذات تک مجھے پہنچا دے۔ میرے شیخ فرماتے تھے کہ ذکر ذاکر کو مذکور تک پہنچا دیتا ہے۔ ذال، کاف، را، ذاکر میں بھی ہے مذکور میں بھی ہے یہ ذکر واسطہ اور رابطہ ہے بندہ اور اللہ کے درمیان۔ اس پر میرا ایک شعر ہے ؎

اللہ اللہ کیسا پیارا نام ہے
عاشقوں کا مینا اور جام ہے

ذکر اسم ذات

اب آیت کی تفسیر کرتا ہوں۔ اچھا ہے اس وقت علماء بھی میرے پاس موجود ہیں انہیں خوب لطف آئے گا۔ حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ اپنے وقت کے امام بیہقی تھے یہ جملہ شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ ان کی تفسیر مظہری ہے جو انہوں نے اپنے پیر کے نام منسوب کی اور اپنا نام چھپا دیا۔ یہ اللہ والوں کی ادائیں ہیں کہ وہ اپنے آپ کو مٹا دیتے ہیں۔ فرماتے ہیں وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ یعنی اپنے رب کے اسم کا ذکر کیجئے، رب کے نام کا ذکر کیجئے اور رب کا نام کیا ہے؟ وہ ہے اللہ۔ فرماتے ہیں کہ صوفیاء کا اسم ذات کا ذکر اسی آیت سے ثابت ہوتا ہے اور حکیم الامت حضرت تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ نے یہ نہیں فرمایا کہ تم اللہ اللہ کرو بلکہ رب کا نام لو۔ تو رب کا لفظ کیوں نازل فرمایا؟ فرمایا کہ انسان اپنے پالنے

والے کو محبت سے یاد کرتا ہے۔ ماں باپ کے نام میں مزہ آتا ہے اس لیے کہ بچپن میں پالا ہے۔ تو رب کا لفظ نازل کر کے اللہ نے ذاکرین کو ہدایت کر دی کہ اے دُنیا والو جب ہم کو یاد کرنا تو محبت سے یاد کرنا، میں تمہارا پالنے والا ہوں۔ آہ کرو، اس کی ربوبیت کو یاد کرو کہ وہ پالنے والا ہے اور پالنے کے اسباب کو بھی پیدا کرنے والا ہے۔ سارا عالم ہماری پرورش میں لگا ہوا ہے اِنَّ الدُّنیَا خُلِقَتْ لَکُمْ وَ اِنَّکُمْ خُلِقْتُمْ لِلْآخِرَۃِ سُورج، چاند، آسمان، زمین، دریا، پہاڑ سب ہماری پرورش اور خدمت میں لگے ہوئے ہیں۔

ایک سائنس دان کا ذہن

ایک سائنس دان نے لکھا کہ جب خلیج بنگال میں سُورج کی گرمی سے سمندر کی موجوں سے بادل بنتے ہیں تو وہ بادل مون سون اُٹھا کر ہمالیہ پہاڑ سے ٹکرا کر جنوبی ہند میں برس جاتے ہیں جس سے جنوبی ہند سرسبز و شاداب ہے۔ اگر ہمالیہ پہاڑ نہ ہوتا تو خلیج بنگال کی مون سون ہواؤں سے جو بادل بنتے یہ آذربائیجان تاشقند، سمرقند، بخارا میں برستے اور جنوبی ہند مثل منگولیا کے ریگستان ہوتا۔ یہ ایک سائنس دان کا بیان شایع ہوا۔ تو ہمارے پاکستان سے "الحق" رسالہ دارالعلوم اکوڑہ خٹک سے نکلتا ہے، اس میں مولانا عبداللہ شجاع آبادی نے اس کا جواب دیا، کہ ان ظالموں کو یہ سوچنا چاہیے کہ جس سُورج سے یہ بادل بنے یہ سُورج کیا تمہارے باپ نے پیدا کیا؟ کیوں تمہارا ذہن اللہ کی طرف نہیں جاتا اور سمندر کس نے پیدا کیا جہاں سے بادل اُٹھتے ہیں؟ ہمالیہ پہاڑ کس نے بنایا؟ بس یہ سائنس دان مخلوق سے مخلوق تک پہنچتے ہیں اور اللہ والے مخلوق سے خالق تک پہنچتے ہیں۔

فکر برائے خلق ذکر برائے خالق

اس لیے حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں تفکر مخلوق میں کرو۔ وَيَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اور اللہ کے اندر فکر مت کرو کیوں کہ تمہاری عقل محدود ہے۔ محدود عقل میں اللہ کی ذات غیر محدود کیسے آئے گی؟ لہٰذا اللہ کی ذات کے بارے میں عقل کو استعمال مت کرو۔ اللہ تعالیٰ کو یاد کرو ذکر ہی سے وہ مل جائیں گے۔ فرماتے ہیں کہ اللہ نے يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اور وَيَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ نازل فرما کر بتا دیا کہ فکر برائے خلق ہے اور ذکر برائے خالق ہے۔ ہم کو یاد کیا کرو، ہم کو کیا سوچ سکتے ہو، اتنی سی عقل میں کہاں آسکتے ہیں؟ ایک محدود دوسرے بڑے محدود کو اپنے اندر نہیں لے سکتا۔ کیوں بھائی گلاس میں صراحی آئے گی؟ صراحی میں مٹکا آئے گا؟ مٹکے میں حوض آئے گا؟ حوض میں نہر، نہر میں دریا اور دریا میں سمندر آئے گا؟ جب چھوٹے محدود میں اس سے بڑے محدود کو نہیں لے سکتے تو پھر غیر محدود ذات کو اپنی عقل میں کیسے لے سکتے ہو؟ لہٰذا ہماری یاد میں لگ جاؤ، ہماری یاد ہی سے ہم تم کو مل جائیں گے اور عقل تمہاری پیچھے رہ جائے گی۔

نگاہِ عشق تو بے پردہ دیکھتی ہے اسے
خرد کے سامنے اب تک حجابِ عالم ہے

تبتل کی حقیقت

وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا اور غیر اللہ سے کٹ کر اللہ سے جڑ جاؤ۔ حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تبتل کی شرعی تعریف یہ ہے کہ علاقہ، دُنیا پر، دُنیا کے تمام تعلق پر اللہ تعالیٰ

کا تعلق غالب آجائے۔ تبتّل کے لیے ترکِ دُنیا ضروری نہیں بلکہ جائز بھی نہیں۔ بال بچوں کے ساتھ اور کاروبار کے ساتھ رہتے ہوئے اللہ کی محبت کو اپنے اوپر غالب کر لو اسی کا نام تبتّل ہے۔ جوگیوں اور ہندوؤں نے سمجھا کہ دریا کے کنارے چلے جاؤ اور بال بچوں کو چھوڑ کر رہبانیت اختیار کر لو۔ ہماری شریعت میں یہ درست نہیں۔ اس لیے حکیم الامّت رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ ہیں کہ علاقۂ خداوندی کو علاقۂ تمام مخلوقات پر غالب کرنے کا نام تبتّل ہے جس کو جگر مراد آبادی نے اس انداز میں پیش کیا ؎

میرا کمالِ عشق بس اتنا ہے اے جگر
وہ مجھ پہ چھا گئے میں زمانہ پہ چھا گیا

آہ جس پر اللہ کی محبت غالب ہو جاتی ہے جہاں جائے گا غالب رہے گا ؎

جہاں جاتے ہیں ہم تیرا فسانہ چھیڑ دیتے ہیں
کوئی محفل ہو تیرا رنگِ محفل دیکھ لیتے ہیں

تصوف کے دو مسئلے ثابت ہو گئے۔ ایک ذکر اسمِ ذات کا اور ایک غیر اللہ سے منقطع ہو کر اللہ کی محبت کو غالب کرنے کا۔ تبتّل اسی کا نام ہے۔ تبتّل اس کا نام نہیں کہ بال بچوں اور کاروبار سب کو چھوڑ چھاڑ کر جنگل میں بھاگ جاؤ۔ بس دل خالی ہو جائے غیر اللہ سے اور خالی ہونا بھی ضروری نہیں صرف غلبہ ہو جائے اللہ تعالیٰ کی محبت کا۔

دُنیا کو لات مارو کا مطلب

کانپور میں تاجروں نے مجھ سے پوچھا کہ دُنیا کو لات مارو کے کیا معنی ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ دُنیا کو لات مارنے کا مطلب یہ ہے کہ دُنیا کی محبت پر اللہ تعالیٰ کی محبت غالب کر لو۔ کیونکہ اگر دنیا کو لات مارے اور ابھی تین دن کھانا بند ہو

جائے ایسے صوفیوں کا جو کہتے ہیں کہ دُنیا کو لات مارو تو ان کی لات ہی نہیں اٹھے گی لات مارنے کے لیے۔ اس لیے دُنیا مطلق مذموم نہیں بلکہ وہ دُنیا مذموم ہے جو آخرت سے غافل کردے وَاِنْ جَعَلْتَهَا وَسِيْلَةً لِّلْاٰخِرَةِ وَذَرِيْعَةً لَّهَا فَهِيَ نِعْمَ الْمَتَاعُ اور اگر تم نے دنیا کو آخرت کا ذریعہ بنالیا تو وہی دنیا بہترین پونجی ہے۔ لہٰذا اگر دُنیا کی محبت شدید ہو تو اللہ کی محبت اشد کرلو۔ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ اللہ کی محبت کا فیصد، پرسنٹیج، کچھ زیادہ کرلو۔ اس جواب سے سارے تاجر خوش ہو گئے۔ ان میں مفتی منظور صاحب ناظم جامع العلوم کانپور بھی تھے۔ سائل وہی تھے سب کے نمائندے وہی بنے ہوئے تھے۔

دُنیا کا کام کیسے ہوگا

تیسرا مسئلہ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ جب آدمی ذکر کرتا ہے تو شیطان فوراً بہکاتا ہے کہ تمہارا دُنیا کا کام کیسے ہوگا۔ کل تم کو فلاں فلاں کام کرنا ہے۔ یہ کرنا ہے وہ کرنا ہے، سارے دن کا کام پیش کردیتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ رَبُّ الْمَشْرِقِ یعنی جو دن پیدا کرسکتا ہے کیا وہ تمہارے دن کے کام نہیں بنا سکتا ہے؟ اور میں رَبُّ الْمَغْرِبِ بھی ہوں۔ رات پیدا کرسکتا ہوں، رات کی مشکلات حل نہیں کرسکتا ہوں؟ لہٰذا دن اور رات کی مشکلات میرے سپرد کردو۔ جو سارے دن کو روشن کرسکتا ہے۔ آسمان و زمین پیدا کرسکتا ہے، کیا وہ ایک کلو آٹا تم کو نہیں دے سکتا ہے؟

خالق کا شکریہ

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اے ظالمو! کوئی حاجی تم کو ٹوپی پہنا دے تو تم اس کا تین دفعہ شکریہ ادا کرتے ہو لیکن جس سر پر ٹوپی رکھتے ہو، جس نے سر عطا فرمایا اس سر بنانے

بنانے والے کا شکریہ ادا نہیں کرتے ہو! سر بنانے والے کا شکریہ زیادہ ادا کرو۔ اگر سر نہ ہوتا تو ٹوپی کہاں رکھتے؟ دو روٹی کوئی کھلائے تو اس کا بہت شکریہ ادا کرتے ہو جزاک اللہ کہتے ہو لیکن جس نے معدہ بنایا ہے اس کا شکریہ بھی تو ادا کرو۔ معدہ زیادہ قیمتی ہے یا روٹی؟ معدہ بنانے والے کا بھی تو شکریہ ادا کرو۔

ذکر نفی و اثبات

لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ یہ ہے ذکر نفی و اثبات۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی کہتے ہیں کہ صوفیاء کا ذکر نفی و اثبات اور لا الٰہ الا اللہ کی ضربوں کا ثبوت یہ آیت ہے۔ سُبحان اللہ ہمارے اکابر نے تصوف کو کیا مدلل کیا۔ لا الٰہ الا ھو، یہی تو ہے لا الٰہ الا اللہ۔ ھو کی ضمیر اللہ ہی کی طرف جا رہی ہے۔ اللہ سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔ لہٰذا اپنے سارے وسوسوں کو بالائے طاق رکھو اور ہماری یاد میں لگ جاؤ۔ اگر دن کی فکر ہے تو کہہ دو شیطان سے کہ جو میرا اللہ دن پیدا کر سکتا ہے وہ دن کا کام بھی بنا سکتا ہے۔ رات کی کوئی فکر آئے تو کہہ دو کہ جو میرا اللہ رات پیدا کر سکتا ہے اور آفتاب کے غروب کرنے پر قادر ہے وہ رات کے کاموں کے لیے بھی کافی ہے۔

توکل

فَاتَّخِذْهُ وَكِيْلًا اب توکل سکھایا جا رہا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ اتنا بڑا صاحب قدرت ہے جو مشرق و مغرب پیدا کر سکتا ہے تو اسی پر بھروسہ کرو۔ اللہ کو اپنا وکیل اور کارساز بناؤ۔ جب اللہ پر بھروسہ کرو گے تو سارے وسوسوں سے چھٹی مل جائے گی جیسے چھوٹا بچہ اپنے پیٹ کی فکر کیوں کرے، وہ اپنے ابا سے کہہ دے گا۔ ابا اس کو دو روٹی دے دے گا۔ اسی طرح ہم اللہ کا کام کریں تو وہ خود ہمارے پیٹ کا انتظام کرے گا۔ ہم ان کو یاد کریں، وہ ہمارے پیٹ

کا سب انتظام کر دے گا۔

ایک کاہل کا قصہ

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے ایک صوفی نے تین سال تک دُعا مانگی کہ اے اللہ بغیر محنت و مشقت مجھے روٹی دے دے میں بہت کاہل ہوں۔ تو کاہلی کے راستے سے روزی دے۔

چو مرا تو آفریدی کاہلی
روزیم دہ ہم زراہ کاہلی

جب آپ نے مجھے کاہل پیدا کیا، سُست ہوں، کاہل ہوں، بحرالکاہل ہوں، تو کاہلی کے راستے سے روزی بھی دے دیجئے۔ تین سال کے بعد ایک گائے اتفاق سے اس کے گھر میں گھس گئی۔ اس نے کہا آج دُعا قبول ہوگئی۔ جھٹ چھُرا نکالا اور بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر اس کو ذبح کیا اور پھر دست، پیر، سینہ وغیرہ الگ الگ کر کے رسی میں باندھ دیا اور آرام سے بھون بھون کر روزانہ کھاتا تھا۔ جس کی گائے تھی اس نے تھانے میں رپورٹ لکھا دی۔ پولیس تلاش کر رہی تھی، ایک دن اس صوفی کے گھر پہنچ گئی۔ دیکھا گائے کے سب اجزاء الگ الگ لٹکے ہوئے ہیں پولیس نے پوچھا یہ کیا ہے؟ کہنے لگا کیا پوچھتے ہو، ارے میں تین سال سے دُعا کر رہا تھا کہ اے اللہ مجھے کاہلی کے راستے سے روزی دے دے، تو میرے گھر میں اللہ نے روزی بھیج دی۔ کہہ دو جس سے جو کچھ کہنا ہے۔ پولیس نے جا کر یہی بات کہہ دی قاضی سے کہ صاحب وہ تو عجیب آدمی ہے، یہ کہتا ہے کہ ہم نے تین سال سے دُعا مانگی ہے ہماری دُعا قبول ہوتی ہے اس لیے وہ گائے میرے گھر میں آئی، جج نے کہا کہ یہ کوئی اللہ والا معلوم ہوتا ہے کوئی سادہ صوفی ہے اس کی تحقیق کرنی چاہیے

اللہ تعالیٰ اس کی دُعا کو رائیگاں نہیں فرمائیں گے ضرور کوئی بات ہے۔ اب تفتیش کی گئی تو پتہ چلا کہ گائے اسی صوفی کے دادا کی تھی جس پر اس کا شرعی حق بنتا ہے۔ اس آدمی کی نہیں تھی۔ لہٰذا قاضی نے اسی صوفی کے حق میں فیصلہ کر دیا۔

لیکن یہاں ایک مسئلہ سُن لیں آپ لوگ اس پر عمل نہ کیجئے گا کہ جو مُرغا بکرا وغیرہ گھر میں گھس آئے کسی محلے والے کا تو بس پکڑ کر بسم اللہ اللہ اکبر کر دو کہ ہماری دُعا تو قبول ہو گئی۔ یہ تو ایک واقعہ ہے جو مولانا نے بیان کر دیا۔ یہ نہیں کہ ہم بھی اس طرح کرنے لگیں۔ مثنوی شریف مسائل کی کتاب نہیں ہے۔

تو اسم ذات کا ذکر، تبتل، لا الٰہ الا اللہ کا ذکر نفی اثبات اور توکل تک کے مسائل اس آیت کریمہ سے تفسیر مظہری کے حوالے سے ثابت ہوتے۔

کچھ دشمن بھی

اب ایک مسئلہ اور ہے کہ صوفیوں کے خلاف کچھ شیطان بھی پیدا ہو جاتے ہیں، کچھ دشمن پیدا ہو جاتے ہیں، جو جملے کستے رہتے ہیں کہ عجیب پاگل، بے وقوف لوگ ہیں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيْلًا اور اگر تمہارے دشمن تم سے کچھ بدتمیزی کریں تو صبر کرنا۔ انتقام نہ لینا اور ہجران جمیل اختیار کرنا هَجْرًا جَمِيْلًا ہجر میں جمال کب پیدا ہو گا؟ مفسرین لکھتے ہیں اَلْهِجْرَانُ الْجَمِيْلُ الَّذِيْ لَاشَكْوٰى فِيْهِ وَ لَاانْتِقَامَ جس میں نہ کسی کی شکایت کرو، نہ غیبت کرو اور نہ انتقام کا ارادہ رکھو۔

سلوک سکھا دیا اللہ تعالیٰ نے کہ صوفیا، جو ہمارا ذکر کرنے والے ہیں، چاہے اسم ذات کا ہو یا لا الٰہ الا اللہ کا ہو، تبتل اور توکل کر رہے ہوں، ان کو چاہیے

کہ مخلوق سے نہ اُلجھیں کیونکہ اگر مخلوق سے اُلجھ گئے تو خالق سے دُور ہو جائیں گے اور اس کی دلیل حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے جب اپنے بھائیوں پر قابو پالیا اور سلطنت مل گئی تو فرمایا: لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ کوئی بدلہ نہیں لیا جائے گا۔ حضرت تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے یہ مسئلہ بیان کیا اَلَّذِیْ یَنْظُرُ اِلٰی مَجَارِی الْقَضَاءِ جو شخص اللہ کے فیصلہ کے مرکز پر نظر رکھتا ہے، عرشِ اعظم پر نظر رکھتا جہاں سے فیصلے ہوتے ہیں (مجاری جمع ہے مجریٰ کی، جاری ہونے کی جگہ)، لَا یُغْنِیْ اَیَّامَهٗ بِمُخَاصَمَةِ النَّاسِ مخلوق کے جھگڑوں میں اپنے وقت کو ضایع نہیں کرتا۔ اپنی زندگی کو ضایع نہیں کرتا۔ فرماتے ہیں حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کہ صوفیوں کو اسی طرح رہنا چاہیے اور اللہ تعالیٰ کے فیصلے پر نظر رکھنا چاہیے کہ وہی منظور تھا۔ جو منظور تھا وہ ہو گیا ہے۔ کیا ان سے جھگڑنا اپنی زندگی کو مخلوق کے جھگڑوں میں کیا پھنسانا۔ خالق کو یاد کرنے والے کہیں مخلوق میں پھنستے ہیں؟ یہ اہل اللہ کا خاص مسلک ملا ہے کہ وہ مخلوق کے جھگڑوں میں نہیں پھنستے۔ مثلاً کوئی صوفی ذکر کر رہا تھا اور کسی نے کہہ دیا کہ او اُلّو یہ کیا کر رہا ہے اور صوفی نے کہہ دیا کہ اگر میں اُلّو ہوں تو تُو اُلّو کا پٹھہ ہے، تیرا باپ بھی اُلّو اور تیرا دادا بھی اُلّو۔ اب لڑائی ہو رہی ہے تو کیا فائدہ ہوگا۔ سب ذکر ختم ہو جائے گا۔ اسی لیے صوفیاء نے ہمیشہ صبر کیا ہے۔

صوفیوں کی تعلیم پر میں نے یہ آیت تلاوت کی اور سارے مسائل تصوف کو ثابت کیا قرآن پاک سے، ۱۔ اسم ذات کا ذکر، ۲۔ تبتل، ۳۔ نفی اثبات لا الٰہ الا اللہ ۴۔ توکل، ۵۔ ھجران جمیل اور ۶۔ صبر علیٰ ما یقولون۔

ایک خاص نکتہ

اب یہاں پر ایک مسئلہ خاص عرض کرتا ہوں۔ یہ سورۃ المزمل کی آیتیں تھیں اس میں سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

یَاَیُّھَا الْمُزَّمِّلُ قُمِ الَّیْلَ اِلَّا قَلِیْلًا آپ رات کو اٹھیں مگر زیادہ لمبی رات تک نہ جاگیں۔ آہ! اس میں کیا محبت، کیا پیار ہے۔ جیسے شفیق باپ دیکھتا ہے کہ زیادہ جاگنے سے بیمار ہو جائے گا۔ تو اللہ تعالیٰ بھی فرماتے ہیں قُمِ الَّیْلَ آپ رات کو اُٹھیے مگر اِلَّا قَلِیْلًا مختصر مدت کے لیے جو تحمل میں ہو، وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِیْلًا اور قرآن شریف کی بھی تلاوت کیجیے۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ تصوف میں سب سے آخری مقام جو منتہی کو حاصل ہوتا ہے اور جس کا اس پر غلبہ ہوجاتا ہے وہ قیامُ الّیل اور تلاوتِ قرآن پاک ہے۔ تو سوال یہ ہے کہ جو سبق منتہی کا ہے اللہ تعالیٰ نے اسے پہلے کیوں نازل کیا؟ قاعدہ یہ ہے کہ پہلے میٹرک پھر انٹر پھر بی اے، ایم اے، اور پہلے موقوف علیہ، مشکوٰۃ، جلالین پھر دورۂ حدیث ہوتا ہے مگر یہاں اللہ تعالیٰ نے دورہ پہلے ہی نازل کر دیا۔ اس کا جواب دیا کہ چوں کہ قرآن پاک جن پر نازل ہو رہا تھا وہ منتہی تھے، بلکہ سارے منتہیوں کے سردار تھے، لہٰذا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اعزاز و اکرام میں سب سے اونچا سبق پہلے نازل کر دیا کہ چوں کہ آپ پر قرآن نازل ہو رہا ہے اس لیے آپ کا کورس پہلے نازل کر رہا ہوں یہی جواب تفسیر مظہری میں ہے۔ کیسا عمدہ جواب دیا۔ علم بھی عجیب چیز ہے۔ مگر ایک بات ہے جب میں نے تفسیر مظہری وغیرہ کی بات پرتاب گڈھ میں بیان کی تو حضرت مولانا محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی تھے، فرمایا کہ بھئی تم نے اللہ والوں کی جوتیاں اٹھائیں اور لوگ بھی بیان کرتے ہیں تفسیر وغیرہ مگر ہمیں مزہ نہیں آتا۔ اللہ والوں کی جوتیاں اُٹھانے کے

بعد پھر تفسیر روح المعانی پیش کرو تو کچھ اور ہی مزہ آتا ہے۔

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ بھی مُرید تھے۔ پیری مریدی کے قائل تھے۔ اب بتاتا ہوں کس کے مرید تھے۔ حضرت مرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے شاہ غلام علی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے خلیفہ تھے مولانا خالد کردی رحمۃ اللہ علیہ جو شام میں رہتے تھے۔ علامہ ابن عابدین شامی فتاویٰ شامی کے مصنف اور مولانا سید محمود آلوسی بغدادی تفسیر روح المعانی کے مصنف دونوں مولانا خالد کردی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت تھے۔ آج کل مولوی بھی مُرید ہونے سے گھبراتا ہے۔ کہتے ہیں صاحب پابند ہو جاؤنگا پابندی سے گھبراؤ مت۔ خواجہ صاحب کا ایک شعر ہے ؎

پابندِ محبت کبھی آزاد نہیں ہے

اس قید کی اے دل کوئی میعاد نہیں ہے

اللہ تعالیٰ کی محبت کی پابندی ہے۔ اللہ والوں سے اللہ ملتا ہے۔

مجھ سے بنگلہ دیش کے ایک عالم نے پوچھا کہ ماں باپ کو ایک نظر دیکھنے سے حج مقبول کا ثواب ملتا ہے تو شیخ کو دیکھنے سے کیا ملتا ہے؟ بتاؤ کیسا سوال ہے اور سائل بھی عالم ہے۔ میں نے کہا کہ ماں باپ کو رحمت کی نظر سے دیکھنے سے ایک حج مقبول کا ثواب ملتا ہے یعنی خانۂ خدا کی زیارت ہوتی ہے اور شیخ کو دیکھنے سے خدا ملتا ہے۔ ماں باپ کو دیکھنے سے گھر کی زیارت ہوئی اور شیخ کو دیکھنے سے گھر والے کی زیارت ہوئی۔ اللہ والوں کو دیکھ کر اللہ ملتا ہے۔ سُبحان اللہ۔ یہ علماء بیٹھ جاتے ہیں تو مجھے بھی علمی باتوں کے سُنانے میں مزہ آتا ہے۔ (راقم الحروف نے عرض کیا کہ اس کی دلیل اَلَّذِیْنَ اِذَا رُؤُوْا ذُکِرَ اللّٰہُ معلوم ہوتی ہے یعنی اللہ والے وہ ہیں

کہ جب ان کو دیکھا جائے تو اللہ یاد آجائے ۔ ارشاد فرمایا صحیح ہے اللہ والوں کو دیکھ کر اللہ ملتا ہے ۔(جامع)

ساؤتھ افریقہ میں مجھے اس کے سمجھانے میں ایک اور مزہ آیا کہ جہاں جہاں سونا نکلا ہے وہاں ایک ایک میل تک کھدائی کی اور اس کی مٹی کو جگہ جگہ جمع کر دیا گیا ۔ وہ مٹی بالکل پیلی ہوتی ہے ۔میں نے ان سے پوچھا کہ یہ مٹی پیلی کیوں ہوتی ہے ۔ انھوں نے بتایا کہ سونے نے اس کا رنگ پیلا کر دیا ۔میں نے کہا کہ جس دل میں اللہ ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اپنے عاشقوں کا رنگ بدل دیتے ہیں ۔ جب ہم اللہ والے بن جائیں گے تو ہماری مٹی کا رنگ بھی بدل جائے گا ان شاء اللہ ۔ جب سونا رنگ بدل سکتا ہے تو جو سونا کا پیدا کرنے والا ہے وہ ہمارا رنگ نہیں بدل سکتا ؟ یہاں مجھے ایک شعر یاد آ گیا ۔ ایک صوفی کہیں جا رہا تھا کسی نے پوچھا او شاہ صاحب تمہارے پاس کتنا سونا ہے ؟ وہ صوفی مسکین آدمی اللہ والا اس نے کہا کہ میرے پاس سونا وغیرہ کچھ نہیں ؎

بخانہ زر نمی دارم فقیرم

میرے گھر میں سونا نہیں ہے میں فقیر آدمی ہوں ۔ پھر دوسرا مصرع بڑے زور سے پڑھا ؎ ولے دارم خدائے زر امیرم

لیکن میں زر کا خالق رکھتا ہوں جو سونا پیدا کرتا ہے اس لیے میں تم سے امیر ہوں تم مخلوق رکھتے ہو میں خالق رکھتا ہوں ۔ بتاؤ تم امیر ہو یا میں امیر ہوں ؟

میں پھر یہی کہتا ہوں اپنے حضرت کی برکت اور دعا ساتھ ہے، واللہ قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر اللہ کی رحمت اور تجلیٔ خاص اور وہ خاص تعلق جو اللہ تعالیٰ اولیاء اللہ کو دیتا ہے ہمارے دلوں کو حاصل ہو جائے تو آپ کو سلاطین کے تخت و تاج نیلام

ہوتے ہُوئے نظر آئیں گے۔ سُورج اور چاند کی روشنی پھیکی پڑ جائے گی اور لیلائے کائنات آپ کو مُردہ لاشیں معلوم ہوں گی۔ کوشش کرو اور یہ بھی سمجھ لو کہ اللہ دو طریقوں سے ملتا ہے۔ خالی ذکر سے نہیں ملتا ہے۔

حقِ محبت و حقِ عظمت

یہ ذکرِ مثبت ہے جو ہم کرتے ہیں مگر ایک ذکر بھی منفی ہے یعنی گناہوں سے بچنا۔ یہ ذکر جو ابھی کیا گیا ہے حضرت ڈاکٹر صاحب کی صحبت میں یہ اللہ کی محبت کا حق ہے اور سڑکوں پر عورتوں کو مت دیکھو، جھوٹ مت بولو اور نافرمانی سے بچو کہ یہ اللہ کی عظمت کا حق ہے۔ دونوں حقوق ادا کر کے دیکھو اللہ کیسے ملتے ہیں۔ وہ خود ہماری تلاش میں ہیں۔

اسبالِ ازار کی وعید

دو ایک مثالیں بتاتا ہوں۔ بخاری شریف کی حدیث ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: مَا اَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ مِنَ الْاِزَارِ فِي النَّارِ اے ایمان والو جتنا تمہارا ٹخنہ چھپے گا، چاہے جبہ ہو، چاہے کرتا ہو، ازار ہو، ثوب ہو، اتنا حصہ جہنم میں جلے گا۔

حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ بذل المجہود شرح ابوداؤد میں لکھتے ہیں کہ اس لباس سے مُراد وہ لباس ہے جو اوپر سے آرہا ہے۔ اگر نیچے سے آرہا ہے جیسے موزہ پہن لے اور ٹخنہ چھپ جاتے تو اس میں ذرا بھی گناہ نہیں۔ بلکہ ٹھنڈک میں اپنے پیروں کو چھپا لو اجر بھی ہے۔ تو اُوپر سے جو لباس آرہا ہے اس سے ٹخنہ کو چھپا نہیں سکتے۔

ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فتح الباری شرح بخاری جلد نمبر دس کتاب اللباس

میں فرماتے ہیں کہ چار وجہ سے ٹخنوں کا چھپانا حرام ہے۔ نمبر ۱، مِنْ جِهَةِ التَّشَبُّهِ بِالنِّسَاءِ عورتوں سے مشابہت ہوتی ہے۔ نمبر ۲، مِنْ جِهَةِ التَّلَوُّثِ بِالنَّجَاسَةِ لٹکا ہوا پائجامہ نجاست سے ملوث ہوتا ہے۔ نمبر ۳، مِنْ جِهَةِ التَّشَبُّهِ بِوَضْعِ الْمُتَكَبِّرِيْنَ متکبرین کی وضع سے مشابہ ہے۔ نمبر ۴، مِنْ جِهَةِ الْاِسْرَافِ فضول خرچی ہے۔ اگر کوئی کہے کہ آدھے انچ سے کیا ہوتا ہے؟ تو اللہ کا قانون سارے عالم کے مسلمانوں کو سامنے رکھ کر ہے۔ اگر نوے کروڑ مسلمان ہیں تو نوے کروڑ انچ ضایع ہو گیا۔ اس کا فٹ بناؤ، گز بناؤ، اندازہ ہو جائے گا کہ کتنا کپڑا ضایع ہوا۔

اور سُن لو جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہوا تو صرف منافقین ازار لٹکانے لگے تھے۔ کوئی صحابی کے بارے میں ثابت نہیں کر سکتا کہ ان کا پائجامہ سے ٹخنہ چھپا ہو۔ یہاں تک کہ ابن حجر نے شرح بخاری میں لکھا ہے کہ ایک صحابی نے عرض کیا کہ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّیْ حَمِشُ السَّاقَیْنِ۔ میری پنڈلیاں سوکھ گئی ہیں بیماری ہو گئی ہے مجھے مستثنیٰ کر دیجئے کہ میں ٹخنہ چھپا لوں تاکہ میرا عیب چھپ جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے شخص بیماری تو اللہ کی طرف سے ہے نافرمانی تیری طرف سے ہو گی اَمَا لَكَ فِیَّ اُسْوَةٌ کیا میرے اندر تیرے لیے نمونہ نہیں کہ میری لنگی کتنی اونچی رہتی ہے؟

جو آدمی اسبالِ ازار کرتا ہے، ٹخنے چھپاتا ہے، اس پر چار عذاب ہوں گے

۱، لَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن شفقت سے بات نہیں کریں گے۔ ۲، وَلَا يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ اللہ تعالیٰ رحمت کی نظر سے نہیں دیکھیں گے۔ ۳، وَلَا يُزَكِّيْهِمْ ان کو توفیقِ اصلاح نہیں دیں گے۔ اور ۴، وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ دردناک عذاب ہو گا۔

ہاں مولانا خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں ان لم یتب یہ عذاب ہوگا اگر توبہ نہ کرے اور اگر توبہ کر لی تو سب ختم۔ معافی ہوگئی۔ لہٰذا دوستو ذرا اس کا خیال رکھو۔ آسمان ہی کی طرف نظر مت کرو زمین کی طرف بھی دیکھتے رہو کہ کہیں میرا ٹخنہ چھپ تو نہیں رہا ہے یہ ذکر ذکرِ منفی ہے۔ اللہ کی عظمت کا حق ہے۔ اب کوئی کہے کہ یہ حکم قرآن میں تو نہیں ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اللہ پاک نے قرآن میں فرمایا کہ میرا نبی جو تم کو حکم دے اس کو قرآن کا حکم سمجھو وَمَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا میرا نبی جس بات کا حکم کرے اس کو کرو اور جس سے منع کرے اس سے رک جاؤ۔ یہ قرآن پاک کی آیت ہے نا، لہٰذا حدیث کو ماننا عین قرآن کو ماننا ہے اور حدیث کی نافرمانی قرآن پاک کی نافرمانی ہے۔

آنکھوں کا زنا

سڑکوں پر چل رہے ہیں آپ، کتنی ہی گوری، انگریز ننگی ٹانگ ہو، اس کو مت دیکھو زِنَى الْعَيْنِ النَّظَرُ آنکھوں کا زنا دیکھنا ہے۔ شیطان نے یہ دھوکا دے رکھا ہے کہ لو نہ دو، دیکھ تو لو۔ بھئی گناہ تو نہیں کرتے دیکھتے ہیں کیا حرج ہے؟ حرج ہے! دل کا نور چھن جاتا ہے۔ ساری ضربیں ذکر کی ختم ہو جاتی ہیں۔ اس لیے اپنی آنکھوں کی حفاظت کرو پھر دیکھو حلاوتِ ایمان کا وعدہ ہے۔ ایک صاحب نے سوال کیا کہ نظر بچانے پر ایمان کی حلاوت اللہ تعالیٰ کیوں دیتا ہے؟ میں نے کہا کہ نظر بچانے پر دل کو تکلیف ہوتی ہے اور دل بادشاہ ہے اور جب بادشاہ مزدوری کرتا ہے تو اس کی مزدوری زیادہ ہونی چاہیے اور وہ حلاوت ایمانی ہے یعنی ایمان کی مٹھاس۔ پھر دیکھو ایمان اس کا بڑھتا چلا جاتا ہے۔

حیدر آباد دکن میں ایک صاحب نے پوچھا کہ بار بار نظر بچانے میں تو بہت مجاہدہ ہے۔ میں نے کہا کہ انعام بھی تو زیادہ ہے سُن لو اور ایک شعر سُنایا، یہ شعر بھی حیدر آباد میں موزوں ہُوا ؂

ہائے جس دل نے پیا خونِ تمنا برسوں
اس کی خوشبو سے یہ کافر بھی مسلماں ہونگے

میرے شیخ شاہ عبد الغنی صاحب فرمایا کرتے تھے کہ کباب کی کچی ٹکیہ میں کوئی مزہ نہیں۔ جو کھائے گا قے کرے گا، تھوک دے گا توبہ توبہ۔ لیکن اس کو ذرا بھون لو، آگ نیچے جلاؤ، تیل میں تَل لو، ذرا مجاہدہ کراؤ۔ جب سُرخ ہو جائے کباب پھر اس کی خوشبو اتنی دُور جائے گی کہ کافر بھی ادھر سے گذرے گا تو کہے گا ؂

بوئے کباب مارا مسلماں کردی

اس کباب کی خوشبو نے مجھے مسلمان کر دیا۔ دل کباب بنتا ہے نظر بچانے سے گناہ سے بچنے میں دل کباب ہو جاتا ہے۔ درد بھرا دل عطا ہوتا ہے۔ ذرا عمل کر کے دیکھو۔ خونِ آرزو سے اللہ ملتا ہے۔ بُری آرزو کو توڑ دو، خون کرو۔ سُورج کب نکلتا ہے؟ جب آسمان لال ہو جاتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ تم بُری خواہش کا خون کرو اور دل کے آسمان کو لال کر لو پھر دیکھو میرے قرب کا سُورج کیسے نکلتا ہے۔ دُنیا کے سُورج کا تو ایک اُفق ہوتا ہے مگر تمہارے دل کے تمام آفاق سے میرے قرب کا سُورج طلوع ہو گا۔ دُنیا کا سُورج مشرق سے طلوع ہوتا ہے مگر اللہ کے قرب کے سُورج کے لیے مشرق مغرب کچھ نہیں، بے شمار آفتاب ہیں کیونکہ جب خالقِ آفتاب آئے گا تو بے شمار آفتاب لائے گا۔ ایک صاحب کا نام خورشید تھا، میں نے کہا سنو ؂

خورشید کے دل کو جو ملا خالقِ خورشید
خورشید سے پوچھے کوئی خورشید کا عالم

نظر کی حفاظت بھی ذکر ہے

میرے پیارے ذکر کرنے والے دوستو! نظر کی حفاظت بھی ذکر ہے۔ اگر یہ معمولی گناہ ہوتا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کو آنکھوں کا زنا نہیں فرماتے۔ بتائیے کہ اس ذکر کے بعد کیا ہم پر فرض نہیں ہوتا کہ ہم اپنی نظروں کی حفاظت کریں۔ یہاں محبت کا حق ادا کیا، سڑکوں پر عظمت کا حق ادا کرو۔ کتنی ہی حسین گذرے نظر کو بچا کر دیکھو اللہ کیا دیتا ہے اور نظر ڈالنے کے بعد پریشانی آئے گی۔ پری آئی اور شانی آئی۔ پریشانی میں پری موجود ہے۔ ہر وقت دل میں ظلمت اور اندھیرے معلوم ہوں گے۔ مردہ لاشوں پر مست جاؤ۔ میرا شعر ہے ؎

خاک ہو جائیں گے قبروں میں حسینوں کے بدن
ان کی ڈسٹمپر کی خاطر راہِ پیغمبر نہ چھوڑ

اور یہ بھی میرا شعر ہے ؎

کسی خاکی پہ مت کر خاک اپنی زندگانی کو
جوانی کر فدا اس پر کہ جس نے دی جوانی کو

یہ کیا ہیں؟ مرنے والی لاشیں ہیں۔ آج جوان چل رہی ہے کل یہی انگریز میم ستر سال کی بوڑھی ہوگی اور اس کے بعد آپ دیکھیں گے کہ اس کی چٹیا مثل بڈھے گدھے کی دم معلوم ہوگی ؎

کمر جھک کے مثلِ کمانی ہوئی
کوئی نانا ہوا کوئی نانی ہوئی

اور میں ان مسٹروں کو شعر سُناتا ہوں کہ آج مر رہے ہو ان پر، ایک زمانہ آئے گا کہ ان کا حُسن بگڑ جائے گا اور تمہاری تاریخ بھی بدل جائے گی ؎

ادھر جغرافیہ بدلا اُدھر تاریخ بھی بدلی
نہ ان کی ہسٹری باقی نہ میری مسٹری باقی

اگر مرنا ہی ہے تو اللہ والوں پر مرو۔ اللہ نظر نہیں آتا تو اللہ والے تو نظر آتے ہیں ان پر فدا ہو جاؤ، اللہ تعالیٰ ساری لیلائے کائنات سے تم کو بے نیاز کر دے گا۔ جو لیلیٰ کو نمک دے سکتا ہے اس مولائے کائنات میں کیا اتنی قدرت نہیں کہ اپنے ذکر کی برکت سے ہمارے قلب کو اتنا نمک سے بھر دے کہ ساری لیلائے کائنات سے ہم کو بے نیاز کر دے؟ جو سارے عالم کو نمک دے سکتا ہے اس کے نام میں کتنا نمک حُسن کا ہوگا۔

علامہ آلوسی فرماتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ سمندر میں اتنا نمک نہ ڈالتا تو سمندر کا پانی سڑ جاتا۔ جتنی مچھلیاں ہیں مر جاتیں۔ زہریلا مادہ اتنا پیدا ہو جاتا کہ ساحلی علاقے سب ختم ہو جاتے اور کوئی زندہ نہ رہ سکتا۔ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ سمندر کے پانی کو اتنا نمکین کر دیا جس سے اس کا پانی سڑتا نہیں اور مولویوں کی سمجھ میں نہ آئے تو قربانی کی کھال کو یاد کرلیں۔ جب گاہک نہیں آتے تو کھالوں میں جلدی جلدی نمک لگا کر محفوظ کر لیتے ہیں۔ پھر علامہ آلوسی فرماتے ہیں کہ اللہ نے اپنے عاشقوں کے آنسوؤں میں بھی نمک رکھ دیا تاکہ ان کی آنکھوں میں انفکشن نہ ہو جائے، زہریلا مادہ نہ پیدا ہو جائے۔

روحانی ہائی بلڈ پریشر

اس لیے کہتا ہوں کہ ان نمکین صورتوں سے بچو۔ یہ بلڈ پریشر پیدا کرتی ہیں۔ جس کو بلڈ پریشر ہوتا ہے اس کو نمکین غذا منع ہے کہ نہیں؟ تو اللہ تعالیٰ نے ہمیں نمکین صورتوں سے منع کر دیا ہے ورنہ تمہاری روحوں میں ہائی بلڈ پریشر ہو جائے گا اور جس دن چاند چودھویں رات کا ہوتا ہے سمندر میں جوار بھاٹا اور طوفان زیادہ ہوتا ہے تو زمین پر بکھرے ہوئے چاندوں سے بھی اپنے کو بچاؤ ورنہ دل کے سمندر میں جوار بھاٹا اور طوفان اتنا تیز آئے گا کہ تمہارا حلیہ بگڑ جائے گا، نیند غائب ہو جائے گی اور ڈپریشن ہو جائے گا۔ تو سُن لیں ذکرِ منفی پیش کر رہا ہوں۔ اللہ کی عظمت کا حق ادا کیجئے۔

شرعی داڑھی

دوسری بات یہ کہ داڑھی شرعی ایک مشت رکھو اللہ تعالیٰ کی عظمت کا حق ادا کرو۔ چاروں اماموں کا اجماع ہے کہ ایک مشت داڑھی واجب ہے، کٹانا، کترانا حرام ہے۔ بہشتی زیور جلد نمبر ۱۱ صفحہ ۱۱۱ پر لکھا ہے کہ داڑھی ایک مشت رکھنا واجب ہے۔ کترانا بھی اور کٹانا بھی حرام ہے اور ریش بچہ، داڑھی کا بچہ جو نیچے کے ہونٹ کے نیچے ہوتا ہے، بھی رکھنا واجب ہے۔ اس کو بھی قتل کرنا جائز نہیں ہے اور مونچھوں کو زیادہ لمبی نہ رکھو۔ شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اوجز المسالک شرح موطا مالک جلد نمبر ۱۴ میں حدیث لکھی ہے کہ مَنْ طَوَّلَ شَارِبَهٗ لَمْ يَنَلْ شَفَاعَتِيْ وَلَمْ يَرِدْ عَلٰى حَوْضِيْ وَيَبْعَثُ اللّٰهُ اِلَيْهِ الْمُنْكَرَ وَالنَّكِيْرَ فِيْ غَضَبٍ وَيُعَذَّبُ فِيْ قَبْرِهٖ جو لمبی مونچھیں رکھے گا وہ میری شفاعت نہیں پائے گا اور حوض کوثر پر آنے نہیں دیا جائے

گا اور منکر نکیر غصہ میں آئیں گے اور اس کو عذاب ہوگا۔ لہٰذا مونچھوں کا کنارا کھول دے تو پاس نمبر مل گیا۔ یہ جائز نمبر ہے اور اگر باریک کرے تو یہ افضل ہے۔ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ افضل یہ ہے کہ مونچھوں کو بالکل برابر کرو۔ مگر استرے سے منڈانا بعض علماء کے نزدیک بدعت ہے۔ اس لیے آج کل مشین نکلی ہے بس لگایا اور صاف ہوگئی۔

اچھا خط بنوانے کا مسئلہ بھی بتا دیتا ہوں۔ دونوں جبڑے جہاں ملتے ہیں تو اوپر کے جبڑے کا خط بنوانا جائز ہے، نیچے کے جبڑے کا خط بنوانا جائز نہیں ورنہ گال ہو جائیں گے فارغ البال اور ایک ذرا سا خط رہ جائے گا۔ اس لیے جہاں التقاءِ فکین ہوتا ہے، دونوں جبڑے ملتے ہیں۔ وہاں سے اُوپر خط بنوالو اور نیچے گلے پر بال کے متعلق مسئلہ یہ ہے کہ جو بال داڑھی سے ملے ہوئے ہیں ان کو بھی رکھنا واجب ہے اور جو بال گردن کی طرف جا رہے ہیں، یعنی داڑھی کی صحبت سے فرار اختیار کر رہے ہیں ان کو قتل کرنا جائز ہے۔ یہ مسلمان کا صحیح ماڈل سُنّت و شریعت کے مطابق بتا رہا ہوں۔

اچھا سر پر بالوں کے متعلق، سر پر تین قسم کے بال رکھنا جائز ہے۔ ۱۔ سر منڈا سکتا ہے۔ ۲۔ سر پر پٹہ بال رکھ سکتا ہے۔ آج کل بہت لمبے بال رکھنے سے ہپی کی مشابہت ہوتی ہے اس لیے بزرگوں کا شیوہ یہی ہے کہ لوتک پٹہ بال رکھے جائیں اور ۳۔ چھوٹے چھوٹے بال رکھو مگر ہر طرف سے برابر رکھو اور اوپر سے بڑا اور نیچے سے یا پیچھے سے چھوٹا یہ انگریزی بال ہو جاتا ہے۔

سر سے داڑھی تک مسئلہ بیان ہو چکا اب آگے بدن ہے۔ تو ناف سے گھٹنے تک بدن چھپانا فرض ہے۔ ایک عالم نے مجھ سے پوچھا کہ ناف سے گھٹنے

تک چھپانا کیوں فرض ہے جبکہ اصل شرمگاہ تو صرف بیچ میں ہے، صرف اسی کو کیوں نہیں چھپالیا جاتا۔ میں نے کہا کہ جہاں فوجی افسران رہتے ہیں تو دُور تک حکومت کانٹے دار باڑھ کھینچ دیتی ہے تاکہ کوئی انہیں نقصان نہ پہنچادے۔ اسی طرح اللہ تعالےٰ نے ہمیں ہر گناہ سے بچانے کے لیے ناف سے گھٹنے تک چھپانا فرض قرار دیا تاکہ شہوت کو اُبھارنے والی چیزوں سے بچیں۔

اس کے بعد آخر میں ٹخنے کا مسئلہ میں بیان کر چکا۔ یعنی ٹخنہ کو لنگی، پاجامہ جبہ سے نہ ڈھانپے۔ اگر کوئی اتنا عمل کرے تو اس نے اپنے ظاہر کو بنالیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ کُلُّ اُمَّتِیْ مُعَافیٰ اِلَّا الْمُجَاهِرِیْنَ میرا ہر اُمتی معافی کے قابل ہے مگر جس کا کھلم کھلا گناہ نظر آئے گا وہ معافی کے قابل نہیں ہے تو یہ تقریر اس لیے کی کہ ہم اس پر عمل کریں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت کے مطابق معافی کے قابل ہو جائیں۔ کم از کم ماڈل تو بنالو، پہلے اسٹرکچر بنتا ہے روح بعد میں آتی ہے۔ انسانیت کا اسٹرکچر بنتا ہے تو انسانیت کی روح آتی ہے۔ ہم اللہ والوں کا اسٹرکچر بنالیں گے تو اللہ تعالےٰ اللہ والوں کی روح بھی عطا فرمادیں گے۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

تکملہ مجلسِ ذکر

(یکم اکتوبر ۱۹۹۴ء شنبہ کو ٹورنٹو کی مجلس ذکر میں جو وعظ ہوا اس کے بعد دوسرے ہفتہ میں محترمی مولانا احمد علی صاحب کی دعوت پر دار العلوم ایڈمنٹن حاضری ہوئی وہاں بھی مجلس ذکر میں حضرت والا کا وعظ ہوا جس میں ایک حدیث کی شرح تھی۔ چونکہ وہ مضمون بھی ذکر سے متعلق تھا اس لیے اسے تکملہ وعظ کر لیا گیا جس کے بعد اس موضوع پر یہ بہترین وعظ ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ توفیق عمل دے۔ آمین)

فضائل مجلسِ ذکر

لَا يَقْعُدُ قَوْمٌ يَذْكُرُوْنَ اللهَ اِلَّا حَفَّتْهُمُ الْمَلٰئِكَةُ وَغَشِيَتْهُمُ الرَّحْمَةُ وَنَزَلَتْ عَلَيْهِمُ السَّكِيْنَةُ وَذَكَرَهُمُ اللهُ فِيْمَنْ عِنْدَهٗ

پہلی فضیلت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جہاں کہیں کچھ اللہ کے بندے مل کر اللہ کا ذکر کرتے ہیں تو وہاں فرشتے ان کو گھیر لیتے ہیں تو آپ سوچئے کہ جب ان کی ملاقات بھی ہوتی ہے یا نہیں؟ تو فرشتوں کی ملاقات سے ہم پر اچھا اثر نہیں آئے گا؟ کیا وہ نیک صحبت نہیں ہے؟ لہٰذا ذکر کی مجلس میں شرکت کی کوشش کیجئے۔ اپنے اہل حق حضرات میں سے جس کے یہاں بھی ذکر ہوتا ہو، سنت و شریعت کی اتباع ہوتی ہو، شرکت کریں (یہاں قریب میں دو مجالس ہوتی ہیں

مولانا احمد علی کے یہاں دارالعلوم میں اور ڈاکٹر صادق صاحب کے ہاں، تو ذکر کا پہلا انعام فرشتوں کی ملاقات
اب سوال یہ ہوتا ہے کہ جب فرشتے خود عالم شہادت میں اللہ کو دیکھ کر وہاں ذکر کرتے ہیں تو ہم لوگوں کا عالم غیب کا ذکر سننے کیوں آتے ہیں ؟ ہم تو گنہگار ہیں، آٹا دال تیل نمک، لکڑی کی فکر میں رہتے ہیں، سکون قلب بھی نہیں ہوتا، زبان سے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہتے ہیں اور دل میں بکری سے انڈا اور مکھن خریدنے کا خیال رہتا ہے کہ بیوی نے کہا ہے جب آؤ تو یہ چیزیں خرید کر لے آنا۔ اس کا جواب علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح بخاری میں دیا ہے کہ فرشتے دو وجوں سے عالم مشاہدہ کا ذکر چھوڑ کر ہمارے عالم غیب کا ذکر سننے کے لیے آتے ہیں۔
پہلی وجہ یہ ہے کہ وہ آپس میں دیکھتے ہیں کہ ہم کو تو نمک تیل لکڑی کی فکر نہیں ہے اور ان بے چاروں کو اس کی فکر ہے۔ کوئی بچہ بیمار ہے، کسی کو ٹائیفائڈ ہے، کسی کو نزلہ ہے اور کسی کو ٹائیفائڈ تو نہیں مگر کو الیفائڈ بنانے کی فکر ہے۔ غرض طرح طرح کی فکریں ہیں۔ تو فرشتے دیکھتے ہیں کہ جب یہ ہزاروں فکروں کے باوجود اللہ کو نہیں بھولتے ہیں جیسے کہ ایک شاعر بزرگ فرماتے ہیں ؎

گو ہزاروں شغل ہیں دن رات میں
لیکن اختر آپ سے غافل نہیں

تو انہیں تعجب ہوتا ہے اور کہتے ہیں کہ چلو ان کا ذکر چل کر سنیں۔ ہمارے تو نہ بیوی نہ بچے، نہ جورو نہ جاتا بس خدا سے ناتا اور ان کے تو سب کچھ ہیں، ہزاروں فکروں میں ہیں پھر بھی اللہ کو یاد کر رہے ہیں۔ اس لیے اپنے ذکر سے انسانوں کے ذکر کو افضل سمجھتے ہیں
دوسری وجہ یہ ہے کہ فرشتے دیکھتے ہیں کہ ہمارا ذکر تو عالم مشاہدہ کا ذکر ہے اور یہ تو

بغیر اللہ کو دیکھے اللہ پر مرے جا رہے ہیں، اللہ کو یاد کر رہے ہیں لہٰذا عالم غیب کے ذکر کو ترجیح دیتے ہیں۔ مولانا رومی فرماتے ہیں ؎

عشق من پیدا و دلبر ناپدید

ہمارا عشق ظاہر ہے اور ہمارا محبوب پوشیدہ ہے۔ اللہ کو دیکھا نہیں مگر اس کے لیے جاڑوں میں وضو کر رہے ہیں، نماز، روزہ، حج و زکوٰۃ ادا کر رہے ہیں تو فرماتے ہیں ؎

در دو عالم ایں چنیں دلبر کہ دید

دونوں عالم میں ایسا کوئی محبوب دکھاؤ کہ جس کو دیکھے بغیر اس پر برس رہے ہوں اور جہاں وہ پاؤں رکھتا ہو وہاں سر رکھتے ہوں۔ ذرا اللہ تعالیٰ جہاد فرض کر دیں پھر دیکھو کہ مسلمان کی کیا شان ہے اور بغیر دیکھے وہ کیسے اللہ پر جانیں فدا کرتے ہیں ؎

جو تجھ بن نہ جینے کو کہتے تھے ہم
سو اس عہد کو ہم وفا کر چلے

مولانا علی میاں صاحب مدظلہ نے سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت پر یہ شعر لکھا ہے ؎

جو تجھ بن نہ جینے کو کہتے تھے ہم
سو اس عہد کو ہم وفا کر چلے

اور اُحد کے دامن میں ستر صحابہ ایک ہی دن میں شہید ہو گئے اور ان سب کی نماز جنازہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھائی اس وقت ہر جنازہ سے بزبانِ حال یہ آواز آرہی تھی۔ بزبان حال یاد رکھنا ورنہ آپ کہیں گے کہ ان کو اردو کہاں سے آتی تھی ؎

ان کے کوچہ سے لے چل جنازہ مرا
جان دی میں نے جن کی خوشی کے لیے

بے خودی چاہیے بندگی کے لیے

میاں بغیر دیوانگی اور محبت کے محض عقل سے اللہ نہیں ملتا۔ اکبر الٰہ آبادی کہتے ہیں جو جج اور گریجویٹ تھے ان کا شعر ہے ؎

تُو دل میں تو آتا ہے سمجھ میں نہیں آتا
میں جان گیا بس تری پہچان یہی ہے

اور عقل میں جو آجائے وہ خدا ہو ہی نہیں سکتا کیونکہ عقل محدود ہے، محدود میں غیر محدود کیسے آئے گا؟ اگر کسی کے عقل میں آجائے کہ خدا یہ ہے تو ہرگز وہ خدا نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اللہ غیر محدود ہے وہ محدود عقل میں کیسے آئے گا۔ اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمادیا کہ خبردار مخلوق میں تو غور و فکر کرو مگر اللہ کی ذات میں مت سوچو تمہاری قوتِ عقلیہ اور فکریہ محدود ہے، بھلا ایک گلاس میں مٹکے کا پانی آسکتا ہے اور مٹکے میں حوض، حوض میں دریا آئے گا؟ دریا میں سمندر بھر سکتے ہو؟ جب چھوٹے محدود میں بڑا محدود نہیں آسکتا تو محدود میں غیر محدود کیسے آئے گا؟ اللہ تعالیٰ کی ذات یاد کرنے کے لیے ہے۔ قرآن کریم میں یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ فرمایا۔ اللہ کو یاد کرو بس اس یاد سے وہ دل میں آجائیں گے تمہیں خود پتہ چل جائے گا کہ اللہ تعالیٰ کیا ہیں اور غور و فکر مخلوق میں کیا کرو۔ حضرت حکیم الامت تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ وَیَتَفَکَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اس سے معلوم ہوا کہ فکر برائے مخلوق ہے اور ذکر برائے خالق ہے اگر اس کے خلاف چلو گے تو گمراہ ہو جاؤ گے تو ذکر اللہ کا ایک فائدہ بیان ہو گیا۔ لہٰذا جب ذکر کی مجلس آئیں تو یہ نیت بھی کریں کہ چلو فرشتوں کی ملاقات بھی کریں۔

دوسری فضیلت

وَغَشِيَتْهُمُ الرَّحْمَةُ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت میں اپنے یاد کرنے والوں کو ڈھانپ لیتے ہیں کس طرح ڈھانپتے ہیں؟ دیکھئے اس جملہ میں بڑا پیار ہے۔ اس کو محبت کے انداز میں سمجھیے ماں جب اپنے بچے کو گود میں لیتی ہے تو کس طرح لیتی ہے۔ لے کر چپکا لیتی ہے اسکے بعد دوپٹہ سے چھپا لیتی ہے پھر ٹھوڑی بھی اس کے سر پر رکھ دیتی ہے۔ یہی مظہر ہے غَشِيَتْهُمُ الرَّحْمَةُ کا اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے ڈھانپ لیتا ہے ؎

نور او در یسر و یمن و تحت و فوق
بر سرم بر گردنم مانند طوق

اس کا نور ہمارے دائیں بائیں اوپر نیچے گھیر لیتا ہے۔ سر سے گردن ہر جگہ مانند طوق اپنی رحمت کے دامن میں چھپا لیتے ہیں۔ تو ذکر کی مجلس میں اس نیت سے آؤ کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہمیں ڈھانپ لے اور پیار کر لے۔

تیسری فضیلت

وَنَزَلَتْ عَلَيْهِمُ السَّكِينَةُ ہم ان کے دل پر سکینہ نازل کرتے ہیں۔ علامہ سید محمود آلوسی رحمۃ اللہ علیہ روح المعانی میں سکینہ کی تفسیر فرماتے ہیں فَاِنَّ السَّكِينَةَ هِيَ نُوْرٌ يَسْتَقِرُّ فِي الْقَلْبِ سکینہ ایک نور ہے جو دل میں ٹھہر جاتا ہے۔ یہ دُنیا کے نہیں کہ بس مسجد میں تو اللہ والے ہیں اور جہاں مارکیٹ میں گئے مار پیٹ شروع کر دی۔ ہر جگہ وہ نور ساتھ ہوتا ہے وَيَثْبُتُ بِهِ التَّوَجُّهُ اِلَى الْحَقِّ جس کو سکینہ کا نور ملتا ہے پھر وہ ہر وقت باخدا رہتا ہے۔ چاہے وہ دُنیا کا بھی کام کر رہا ہو لیکن وہ خدا کو فراموش نہیں کرتا۔ میرا ایک اُردو شعر ہے ؎

دُنیا کے مشغلوں میں بھی یہ باخدا رہے

یہ سب کے ساتھ رہ کے بھی سب سے جُدا رہے

اللہ والے ایسے ہوتے ہیں۔ تو ذکر کی برکت سے سکینہ ملے گا جو ہر وقت دل میں رہنے والا نور ہے۔ پھر آپ کہیں گے ؎

شکر ہے دردِ دل مستقل ہو گیا

اب تو شاید مرا دل بھی دل ہو گیا

دردِ دل یعنی اللہ کی محبت کا درد جب مستقل ہو جاتے گا پھر ایک سیکنڈ بھی آپ اللہ کو نہیں بھولیں گے تو اس لالچ سے بھی آپ مجلس ذکر میں آئیے کہ سکینہ مل جائے گا۔ سکینہ کی تعریف کا تیسرا جُز: وَیَتَخَلَّصُ عَنِ الطَّیْشِ اور بے سکونی سے نجات پا جائے گا۔ طیش کے معنی بے چینی اور بے قراری کے ہیں۔ کَلْبٌ طَائِشٌ اس کتے کو کہتے ہیں جو ایک سمت پر نہ چلے بلکہ کبھی دائیں کبھی بائیں اِدھر اُدھر مُنہ کرکے چلتا ہے۔ تو جس آدمی کے دل میں سکینہ کا نُور نہیں ہوتا وہ ایسے ہی اِدھر اُدھر مُنہ کرکے کبھی اس مکان میں کبھی اس فلیٹ میں تانک جھانک کرتا رہتا ہے کہ شاید کوئی حسین کوئی ٹیڈی نظر آ جائے۔ دل میں سکون نہیں ہے۔

میرا بچپن سے ایک معمول تھا کہ جب اماں ہمیں دکان بھیجتی کہ جاؤ دھنیا مرچ ہلدی لے آؤ تو دکاندار پڑیا باندھ کر چیزیں دیتا، میں گھر آ کر سامان تو دے دیتا اور اس کاغذ کو دیکھتا کہ کہیں اس میں کوئی شعر تو نہیں ہے۔ کیونکہ بعض بنیے کتب پھاڑ کر اس کے کاغذ میں سودا سلف دیا کرتے ہیں، ہو سکتا ہے کوئی شاعری کی کتاب ہو تو ایک دن ایک شعر مل گیا ؎

نت نیا روز مزہ چکھنے کا لپکا ان کو

در بدر جھانکتے پھرتے ہیں انہیں عار نہیں

یعنی بدنظری کے مریض ہر عورت کی ڈیزائن کو دیکھنا چاہتے ہیں۔ انہیں کوئی عار اور شرم نہیں ہے۔ پاگل کتے کی طرح ان کی چال ہوتی ہے۔ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ روح المعانی میں فرماتے ہیں کہ جس کے دل میں نور سکینہ نہیں ہوتا اس کی زندگی بےچین رہتی ہے۔ ہر وقت پریشان رہتا ہے اور پریشانی میں پری خود موجود ہے۔ پری آئی اور پریشانی ساتھ لائی۔ اگر اس میں فائدہ ہوتا تو دوستو اللہ تعالٰے قرآن میں یہ آیت نازل نہ فرماتا کہ اے نبیؐ ایمان والوں سے کہدو کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں۔

چوتھی فضیلت

وَذَكَرَهُمُ اللّٰهُ فِيْمَنْ عِنْدَهٗ ۔ چوتھی فضیلت ذکر کرنے کی یہ ہے کہ اللہ تعالٰے ان کو اپنے پاس والوں میں یاد کرتے ہیں۔ اگر تم ہم کو تنہا یاد کرو گے تو ہم بھی تنہائی میں تمہیں یاد کریں گے اور اگر تم مجمع میں یاد کرو گے تو اللہ تعالٰے فرماتے ہیں کہ ہم بھی تم کو فرشتوں کے مجمع میں اور نبیوں کے مجمع میں یاد کریں گے۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ جن کی قبر جنۃ المعلیٰ میں ہے اس کی شرح میں لکھتے ہیں کہ اللہ تعالٰے اپنے حاضرین کی مجلس میں ان کا ذکر کرتے ہیں اور عندہ سے مراد ہے عِنْدَ اَرْوَاحِ الْمُرْسَلِيْنَ وَعِنْدَ الْمَلٰٓئِكَةِ الْمُقَرَّبِيْنَ عام مُراد یہی ہے کہ فرشتوں کے مجمع میں ذکر کریں گے مگر محدث عظیم ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ جزائے خیر دے کہ انہوں نے شرح فرمائی کہ پیغمبروں اور رسولوں کی روحوں کو بھی حاضر کر لیتے ہیں اور وہاں ذکر کرنے والوں کا تذکرہ ہوتا ہے۔

اللہ تعالٰے عمل کی توفیق دیں (آمین)

عارفانہ کلام

حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

جاں بازیٔ عشق

جان دے دی میں نے ان کے نام پر
عشق نے سوچا نہ کچھ انجام پر

انجامِ حسنِ فانی

دوستو مرنا نہ ان گلفام پر
خاک ڈالو گے انہیں اجسام پر

فنائیتِ حسن و عشق

اُن کا چراغِ حُسن بجھا یہ بھی بجھ گئے
بلبل ہے چشم نم گلِ افسردہ دیکھ کر